Research Journal
Tahqeeqat
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل
تحقیقات

حمیرہ جلیلی کی مدوّنہ "سب رس" کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

A Research and Critical Analysis of Humaira Jalili's Edited Work "Sab Ras"

Sajid Ali
PhD Scholar, Department of Urdu, Riphah International University, Faisalabad.
Dr. Shabbir Ahmad Qadri
Associate Professor Department of Urdu , Riphah International University, Faisalabad.

ساجد علی
پی ایچ۔ڈی اسکالر شعبہ اردو، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر شبیر احمد قادری
ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract

This research paper critically and analytically reviews Dr. Humaira Jalili's edited version of Sab Ras, a renowned work by Mulla Wajhi, written in 1045 Hijri (1635 AD). Sab Ras holds a significant place in Urdu prose as a Sufi allegorical tale that explores themes of mysticism, ethics, and human emotions. Initially published by Moulvi Abdul Haq in 1932, the edition contained several editorial flaws. Dr. Jalili identified these shortcomings and conducted an extensive study, examining thirteen different manuscripts and selecting seven primary versions, with the Salar Jung Library manuscript being the most authentic due to its proximity to Wajhi's era. She critically analyzed the language, style, and literary significance of Sab Ras, highlighting its pioneering role in Urdu prose, particularly in allegory and storytelling. Additionally, she rectified errors related to Quranic verses, Hadith, and Persian poetry. Her scholarly efforts restored the text to a more accurate and comprehensible form, making a significant contribution to Urdu research and textual editing.

Keywords: *Sab Ras, Mulla Wajhi, Dr. Humaira Jalili, Urdu prose, Sufi Allegory, Textual Editing, Manuscripts, Salar Jang Library, Moulvi Abdul Haq, Literary Significance*

کلیدی الفاظ: سب رس، ملّا وجہی، ڈاکٹر حمیرہ جلیلی، اردو نثر، صوفیانہ تمثیل، تدوینِ متن، مخطوطات، سالار جنگ کتب خانہ، مولوی عبدالحق، ادبی اہمیت

"سب رس" ملّاوجہی کی کتاب ہے۔ اس داستان کو وجہی نے سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں، اُن (عبداللہ قطب شاہ) ہی کی فرمائش پر 1045ھ / 1635ء میں تصنیف کیا۔(1) "سب رس" قدیم اردو ادب کا مسلّمہ شاہکار ہے(2) جو ایلگری کی پیچیدہ تکنیک اور اسلوبِ بیان کے لحاظ سے ماقبل کے تمام نثری کارناموں پر فوقیت رکھتا ہے۔ نصیر الدین ہاشمی کی تحقیق کے مطابق "سب رس" قطب شاہی عہد کی نثر کی بہترین کتاب ہے۔ اس کتاب میں تصوف کا ایک فرضی قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں نصیر الدین ہاشمی "دکن میں اردو" میں تحریر کرتے ہیں:

> "جا بجا مختلف عنوانات مثلاً ذکر لا اِلہ، معراجِ عشق، مذمّت طمع، اطاعت مادر وپدر، صبر وشکر پر کافی بحث کی ہے۔ انسانی جذبات کی حقیقت اور کش مکش کو جس خوبی سے فسانہ کی صورت میں پیش کیا ہے، وہ قابلِ تعریف ہے۔ عقل ودل، عشق، حسنِ وفا، مہر، غمزہ، ناز، نظر، خیال، عاقبت، ہمت، دیدار وغیرہ نام دیے ہیں۔ بہر حال یہ کتاب نہ صرف تصوف کے لحاظ سے قابلِ تعریف ہے بلکہ ادبی حیثیت سے بھی نایاب ہے"(3)

"سب رس" مثنوی "دستور عشاق" اور قصہ "حسن ودل" سے ماخوذ ہے۔ بنیادی طور پر "سب رس" صوفیانہ تمثیلی قصہ ہے جو رومانی اور داستانی انداز کا حامل ہے۔ اس کے ذریعے وجہی نے اردو کے نثری ادب کو پہلی بار تمثیل، داستان، ترجمہ اور ادبی اسلوب سے متعارف کرایا ہے۔(4)

OPEN ACCESS
HEC
DRJI
ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE
اشاریہ اردو جرائد
EuroPub

”سب رس“، ”دستور عشاق“ کا ترجمہ نہیں بلکہ ترجمانی ہے جو تخلیقی رنگ سے مزین ہے۔مولوی عبد الحق نے ”سب رس“ کے متن کو 1924ء میں دریافت کیا(5) اور اسے 1932ء میں انجمن ترقی اردو(ہند) سے شائع کرایا۔”سب رس“ کی دریافت سے اشاعت تک آٹھ سال بنتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ عبد الحق نے ”سب رس“ کے متن کی تصحیح و ترتیب پر آٹھ سال صرف کیے مگر اس کے باوجود درست متن پیش نہ کر سکے کیونکہ انھیں بیک وقت کئی تحقیقی کارنامے سر انجام دینے پڑے۔ تصحیح و تدوینِ متن جس یکسوئی کا تقاضا کرتی ہے، عبد الحق کو وہ میسر نہ تھی۔اس میں کوئی کلام نہیں کہ عبد الحق نے ”سب رس“ کی صورت میں دکنی دور کی نثر کا عمدہ نمونہ متعارف کرایا لیکن اس کے متن کی تدوین پر خاطر خواہ توجہ نہیں دے سکے جس وجہ سے متن میں بہت سی خامیاں اور کمزوریاں رہ گئی ہیں۔جنھیں دور کرنے کا بیڑا ڈاکٹر حمیرہ جلیلی نے اٹھایا ہے۔وہ لکھتی ہیں:

> ”مولوی عبد الحق نے اپنی مرتبہ ”سب رس“ کے مقدمے میں بتایا ہے کہ انھوں نے ”سب رس“ کی ترتیب میں چار نسخوں سے فائدہ اٹھایا ہے لیکن پتا نہیں کہ یہ استفادہ کس قسم کا ہے کیونکہ صرف چھبیس (۲۶) مقامات پر ایک دو لفظ کے اختلاف کو درج کیا ہے اور تین مقامات پر حسب ذیل نوٹ دیے ہیں:
>
> ۱۔ یہ اشعار دوسرے نسخہ میں نہیں (صفحہ ۶)
>
> ۲۔ دونوں نسخوں میں حافظ ہی لکھا ہے سعدی ہونا چاہیے (صفحہ ۲۱۱)
>
> ۳۔ دونوں نسخوں میں یوں ہی لکھا ہے میرے قیاس میں کا کون ہونا چاہیے
> جس کے معنے مشکل کے ہیں (صفحہ ۲۳۲)

مولوی عبد الحق نے اختلافات کے ساتھ تین نشانات استعمال کیے ہیں (ن)،ن۔ان نشانات سے ممکن ہے کہ مختلف نسخوں کے اختلافات کو واضح کرنا ہو تا لیکن مقدمے میں تو ان نسخوں کی کیفیت لکھی ہے اور نہ ان کا کچھ اتا پتا ہے۔مندرجہ صدر دو جملوں میں صرف یہ بتادیا ہے کہ دو نسخوں میں ایسا لکھا ہے۔حالانکہ ”سب رس“ کے ہر نسخے کا دوسرے نسخے سے مقابلہ کیا جائے تو اختلافات کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔اس وجہ سے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ نثر کے اس قدیم ترین اور اہم ترین کارنامے کو نئے سرے سے مرتب کر کے شائع کرنا ضروری ہے“(6)

ڈاکٹر حمیرہ جلیلی نے پی ایچ۔ڈی کی سند کے حصول کے لیے ”سب رس“ کا تنقیدی متن ترتیب دیا ہے۔انھوں نے اپنا یہ مقالہ، شعبہ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی کے سابق ریڈر، ڈاکٹر حفیظ قتیل کی نگرانی میں مکمل کیا ہے۔اس مقالے کی ”سب رس کی تنقیدی تدوین“ کے عنوان سے اعجاز پریس حیدرآباد نے 1983ء میں اشاعت کی ہے۔قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی نے اسے دوسری بار 2011ء میں شائع کیا ہے۔راقم کے زیرِ مطالعہ اشاعتِ اوّل ہے جو 775 صفحات پر مشتمل ہے۔کتاب کے پہلے صفحے پر عنوان ”سب رس کی تنقیدی تدوین مقالہ“ کے نیچے مرتب کا نام ڈاکٹر حمیرہ جلیلی لکھا ہوا ہے۔

صفحۂ عنوان کے بعد والے صفحہ پر سن اشاعت (1983)، تعداد (400)، قیمت (25 روپے)، کاتب (سید بشیر الدین) اور مطبع (اعجاز پریس چھتہ بازار) کا نام وغیرہ دیا گیا ہے۔کتاب کا انتساب پروفیسر مسعود حسین خاں کے نام ہے۔انتساب کے بعد فہرستِ مشتملاتِ کتاب ہے۔ڈاکٹر حمیرہ جلیلی نے مقدمے سے پہلے نو (۹) صفحے کا ”پیش لفظ“ لکھا ہے، جس کی ابتدا میں انھوں نے ”سب رس“ کے استناد، انفرادیت اور اولیت پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ ”سب رس“ اپنے طرزِ اسلوب کے اعتبار سے اپنی نوعیت کی پہلی منفرد کتاب ہے۔

اُن کی تحقیق کے مطابق:

”اردو نثر کے ارتقا میں ”سب رس“ پہلا نثری کارنامہ نہ سہی لیکن قدیم نثری کارناموں میں اپنی چند خصوصیات کے باعث بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز سے ”معراج العاشقین“ کا انتساب مشتبہ ہے اس لیے حضرت برہان الدین جانم کا نثری رسالہ ”کلمتہ الحقائق“ ہی پہلا مستند نثری کارنامہ ٹھہرتا ہے اس کے بعد کوئی نثری کارنامہ ملتا ہے تو "سب رس" ہی ہے۔ اب چونکہ ”کلمتہ الحقائق“ تحریر اشعار کی نثری ترتیب ہے اس لیے صحیح معنوں میں ٹھیٹ نثر کا اطلاق ”سب رس“ ہی پر ہو سکتا ہے۔ ویسے بھی طرز و اسلوب کی انفرادیت کے اعتبار سے یہ اردو نثر کی پہلی کتاب ہے“(7)

”سب رس“ کی تدوین و تصحیح کی اوّلین کوشش مولوی عبدالحق نے کی تھی۔ اُن کے پیش کردہ متن میں بہت سے سقم ہیں، جن کی نشاندہی حمیرہ جلیلی نے اپنے پیش لفظ میں کر دی ہے۔ عبدالحق ”سب رس“ کے متن کے دستیاب نسخوں کا ممکن حد تک تقابل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اُن سے متن کی ترتیب و تصحیح کرتے وقت جو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں، حمیرہ جلیلی نے نہ صرف اُن کا احاطہ کیا بلکہ ازالہ کرنے کا عزم بھی اپنے پیش لفظ میں ظاہر کیا ہے۔ عبدالحق نے ”سب رس“ کے مقدمے میں متن کے نسخوں کے متعلق جو وضاحتیں دی ہیں، حمیرہ جلیلی نے انھیں اپنے ”پیش لفظ“ کے حواشی میں درج کر دیا ہے ”پیش لفظ“ کے صفحہ ،ب، کے حواشی میں عبدالحق کی مدوّنہ ”سب رس“ کی اشاعتِ دوم (1953ء) کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ حمیرہ لکھتی ہیں کہ عبدالحق نے اشاعت دوم کے فٹ نوٹس میں بائیس (۲۲) اختلافات کا اضافہ کیا ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عبدالحق کو اشاعت اوّل کے بعد کچھ اور نسخے بھی ملے ہیں جن سے یہ اختلافات لیے گئے ہیں لیکن عبدالحق نے ان کا تذکرہ اپنے دیباچے میں نہیں کیا اور نہ اشاعت اوّل اور دوم کے تقابل سے سامنے آنے والے اختلافات کی وضاحت کی ہے ”پیش لفظ“ کے مندرجہ صدر صفحے کے حواشی میں شمیم انھونوی کی اشاعت (1963ء) اور اکھیر اتا کاھاشی پروفیسر ٹوکیو یونیورسٹی کے ”سب رس“ پر مقالہ کا ذکر ملتا ہے۔

”پیش لفظ“ میں حمیرہ جلیلی نے نہ صرف اپنے طریقۂ تدوین سے آگاہ کیا ہے بلکہ ”سب رس“ کے تیرہ نسخوں کا تعارف بھی کرایا ہے۔ جس میں انھوں نے ہر نسخے کا مخطوطہ نمبر، سنِ کتابت اور کیفیت کے متعلق مفید معلومات بہم پہنچائی ہے۔ بقول حمیرہ جلیلی:

> ”مجھے ”سب رس“ کے جملہ تیرہ (۱۳) نسخے ملے ہیں جن سے میں نے مختلف اعتبارات سے صرف سات نسخوں کو اس قابل سمجھا کہ ان کے اختلافات کو پیش کیا جائے۔“(8)

حمیرہ جلیلی نے ”سب رس“ کے متن کی تصحیح کرتے ہوئے سات نسخوں کے اختلافات کو درج کیا ہے لیکن ”پیش لفظ“ میں تعارف سبھی کا دیا ہے۔ انھوں نے اختلاف نسخ درج کرنے کے لیے سات (۷) نسخوں کے مخففات قائم کیے ہیں تاکہ قاری کے لیے آسانی رہے۔ مرتب نے متن ترتیب دینے کے لیے جن نسخوں سے مدد لی ہے ان کے لیے درج ذیل مخففات کو استعمال کیا ہے۔

۱۔ ”سب رس“ مملوکہ کتب خانہ سالارِ جنگ (نسخہ نمبر 10)۔۔۔ الف

۲۔ ”سب رس“ مملوکہ کتب خانہ عثمانیہ یونیورسٹی (مخطوطہ نمبر 28)۔۔۔ ب

۳۔ ”سب رس“ مملوکہ کتب خانہ آصفیہ (مخطوطہ نمبر۔ تصوف 195)۔۔۔ ف

۴۔ ”سب رس“ مملوکہ ادارہ ادبیات اردو (مخطوطہ نمبر 900)۔۔۔ ج

۵۔ ”سب رس“ مملوکہ کتب خانہ
سالارِ جنگ۔۔۔ س

۶۔ مطبوعہ ”سب رس“ مرتبہ مولوی
عبدالحق۔۔۔م
۷۔ ”سب رس“ مملوکہ کتب خانہ حضرت معشوق ربانی ورنگل۔۔۔ و

حمیرہ جلیلی نے درج بالا نسخوں کے مخففات ہی قائم نہیں کیے بلکہ ان کے خصائص بھی بیان کیے ہیں جنھیں مختصراً نقل کیا جارہا ہے تاکہ ان معیارات کو دریافت کیا جاسکے جن کی بنیاد پر حمیرہ جلیلی نے مذکورہ نسخوں کو اہمیت دی ہے۔ نسخہ، الف، مکمل ہے۔ یہ نسخہ ”سب رس“ کی تصنیف کے اٹھائیس سال بعد یعنی 1073ھ کا لکھا ہوا ہے۔ نسخہ، ب، کا سن کتابت 1107ھ ہے۔ یہ نسخہ ہر لحاظ مکمل ہے۔ اس میں متن کے بعض حصے ایسے دیے گئے ہیں جو نسخہ، م، اور نسخہ، و، میں موجود نہیں ہیں۔ نسخہ، ف، 1295ھ میں لکھا گیا ہے اس نسخے کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں کچھ اشعار (موقع محل سے مطابقت رکھتے ہیں) ایسے ہیں جو دوسرے نسخوں میں درج نہیں ہیں اور بعض جملے دیگر نسخوں میں مبہم ہیں لیکن اس میں واضح ہیں۔ نسخہ، ج، کو1106ھ میں نقل کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ مکمل تو ہے لیکن کرم خوردہ ہے۔ حمیرہ جلیلی نے اس نسخے کی خاصیت یہ بتائی ہے کہ نسخہ، ب، کا زائد حصہ اس میں موجود ہے اور اس کے ترقیمے کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وجہی کی قبر حضرت برہنہ شاہ کی درگاہ میں موجود ہے۔(9) نسخہ، س، (10) کی خوبیاں بیان نہیں کی گئی ہیں۔ ڈاکٹر حمیرہ جلیلی نے نسخہ، م، کی اہمیت وافادیت درج ذیل الفاظ میں بیان کی ہے:

”مطبوعہ ”سب رس“ مرتبہ مولوی عبدالحق چار نسخوں پر مشتمل یہ مطبوعہ نسخہ یوں تو مکمل ہے لیکن ایسے حصے اس میں نہیں ہیں جو ادارہ ادبیات اردو اور ورنگل کے نسخوں میں موجود ہیں۔ کہیں کہیں ایک آدھا جملے نسخہ الف سے نہ صرف زائد ہیں بلکہ بہ مقابلہ دوسرے نسخوں کے صحت سے زیادہ قریب ہیں جنھیں متن کی ترتیب کے وقت ترجیح دی گئی ہے“(11)

نسخہ، و(12) نامکمل اور کرم خوردہ ہے لیکن بعض مقامات پر اس نسخے کی عبارت دوسرے نسخوں سے بہتر ہے۔ ایسے جملے جو نسخہ، و، میں دیگر نسخوں کے مقابل درست تھے انھیں متن میں دیا گیا ہے۔ یہ تذکرہ تو اُن نسخوں کا ہے جن کی مدد سے حمیرہ جلیلی نے ”سب رس“ کا متن تدوین کیا ہے۔ کچھ نسخے ایسے بھی اُن کی نظر سے گزرے ہیں جن سے انھوں نے متن کی ترتیب میں کوئی مدد نہیں لی۔ تاہم انھوں نے اِن نسخوں کا تعارف اپنے ”پیش لفظ“ میں دیا ہے۔ راقم ان نسخوں کا جائزہ لینا اس لیے ضروری سمجھتا ہے تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ کن وجوہات کی بنیاد پر مرتب نے انھیں نظرانداز کیا ہے اور ان کے اختلافات کو درج کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ نسخہ ”سب رس“ مملوکہ کتب خانہ آغا حیدر حسین (سنِ کتابت 1214ھ) مکمل ہے لیکن کتب خانہ عثمانیہ یونیورسٹی کے نسخے کی نقل ہے۔ نسخہ ”سب رس“ مملوکہ کتب خانہ آغا حیدر حسین (سنِ کتابت 1251ھ) میں ایسے اختلافات نہیں ہیں جنھیں اہمیت دی جاسکے۔ اس نسخے میں کچھ زائد الفاظ موجود ہیں لیکن حمیرہ جلیلی کی تحقیق کی رُو سے یہ الفاظ الحاقی (13) ہیں۔ نسخہ ”سب رس“ مملوکہ کتب خانہ آصفیہ (مخطوط نمبر۔ تصوف 232) نامکمل اور ناقص الآخر ہونے کے ساتھ اہم اختلافات سے بھی تہی دامن ہے۔ نسخہ ”سب رس“ مملوکہ کتب خانہ عثمانیہ یونیورسٹی (مخطوطہ نمبر 297.63) کا سنِ کتابت ندارد ہے۔ اس نسخے میں مرتبہ متن کا آدھے سے زیادہ حصہ نہیں دیا گیا۔ نسخہ ”سب رس“ مملوکہ ادارۂ ادبیاتِ اردو (مخطوطہ نمبر 536) ناقص ونامکمل ہونے کی وجہ سے اس کا سن کتابت معلوم نہیں کیا جاسکا۔ اس نسخے میں مدونہ متن کا صرف ایک چوتھائی حصہ (14) درج ہے۔ نسخہ ”سب رس“ مملوکہ ادارۂ ادبیاتِ اردو (مخطوطہ نمبر 494) 1183ھ کا لکھا ہوا ہے۔

یہ نسخہ ناقص الآخر ہے جو کہ مرتبہ متن کے چوتھائی حصے سے بھی کم پر مشتمل ہے لیکن دو خصوصیات قابل ذکر ہیں جنھیں راقم، حمیرہ جلیلی کے الفاظ میں پیش کرنا مناسب سمجھتا ہے:

"اب تک جتنے بھی نسخے دستیاب ہوئے ہیں ان میں خلفائے راشدینؓ کی مدح کے بعد جو عبارت ملتی ہے اس میں صرف حضرت علی کا ذکر ملتا ہے لیکن اس نسخے میں مذکورہ عبارت اس طرح ہے۔ گیان دھیان کے تمام کام محمدؐ نے ابا بکرؓ ہور علیؓ کو دیا۔ وِلے آیا جیچ محمدؐ نے پاناتھا سو پایا۔ جیچ محمدؐ نے پایا۸ سو علیؓ کوں ہور ابا بکرؓ کوں سمجھایا یو سمجھ علیؓ کی تقسیم آیا۔ علیؓ خدا کوں بھایا۔ ابا بکرؓ رسول اللہ کو بھایا۔ یہ دونوں خلیفہ ہور ولی اللہ کہلائے۔ دوسری خصوصیت اس نسخے کی یہ ہے کہ اس کے ترقیمے کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی چشتیہ سلسلہ سے تعلق رکھتا ہے"(15)

نسخہ "سب رس" مملوکہ ادارۂ ادبیات اردو (مخطوطہ نمبر 731) بھی نامکمل ناقص الآخر ہے۔ یہ نسخہ مدونہ متن کے صرف چالیس اوراق کا ہے۔ اس نسخے کے اختلافات اس قدر اہمیت کے حامل نہیں ہیں کہ انھیں اختلافِ نسخ میں درج کیا جاتا۔

درج بالا بحث سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر حمیرہ جلیلی نے "سب رس" کا تنقیدی متن تیار کرنے کے لیے کس قدر محنتِ شاقہ اور دقتِ نظری سے کام لیا ہے۔ ملّا وجہی نے آیاتِ قرآنی، احادیث، اقوال، دوہے اور فارسی اشعار وغیرہ کو بھی "سب رس" میں نقل کیا تھا۔ حمیرہ جلیلی نے "سب رس" کے متن کو ترتیب دیتے ہوئے ان کی تصحیح کا بھی اہتمام کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

"وجہی نے "سب رس" میں آیات، احادیث، اقوال، دوھے اور فارسی اشعار نقل کیے ہیں۔ ان میں سے بیشتر کم سواد کاتبوں کی نقل در نقل کے باعث غلط نقل ہوئے ہیں۔ میں نے فارسی اشعار دوھوں اور اقوال کی تصحیح کے ساتھ ساتھ احادیث کو بھی صحت کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے"(16)

حمیرہ جلیلی کو "سب رس" کے تیرہ (13) نسخے دستیاب تھے۔ انھوں نے ہر ایک نسخے کا عرق ریزی سے مطالعہ کیا ہے اور متن کے تمام نسخوں کی خوبیوں اور خامیوں کا مفصل جائزہ لینے کے بعد یہ طے کیا ہے کہ نسخہ، الف، یعنی کتب خانہ سالار جنگ کے نسخے کا متن باقی تمام نسخوں کے متن سے زیادہ بہتر اور مستند ہے۔ یہ نسخہ ہر حوالے سے مکمل ہی نہیں بلکہ باقی تمام نسخوں کے مقابلے میں مصنف کے قریبی عہد سے تعلق رکھتا ہے۔ انھی وجوہات کی بنیاد پر حمیرہ جلیلی نے اپنے مدوّنہ متن کی اساس اسی (نسخہ، الف،) پر رکھی ہے، اُن کے مطابق:

"کتب خانہ سالار جنگ کے نسخے کو میں نے بنیادی نسخہ اس لیے قرار دیا ہے کہ یہ نسخہ سن تصنیف کے صرف اٹھائیس (28) سال بعد یعنی 1073ھ کا لکھا ہوا ہے۔ نسخہ مکمل ہے اور بعض حصے اس نسخے میں ایسے ہیں جو مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہیں"(17)

ڈاکٹر حمیرہ جلیلی نے "سب رس" کے متن کا تنقیدی ایڈیشن تیار کرنے کے لیے تدوین کا جدید سائنٹفک انداز اپنایا ہے۔ متن کی ترتیب و تصحیح کے لیے اُنھوں نے محض اساسی نسخے کے متن پر انحصار نہیں کیا بلکہ بنیادی نسخے کے متن کا دیگر نسخوں کے متن سے تقابل کیا ہے اور اساسی متن کے مختلف مقامات پر جس نسخے کی عبارت زیادہ بہتر معلوم ہوئی، اُسے شامل کر دیا ہے۔ انھوں نے دیگر مدونین کی طرح تن آسانی سے کام نہیں لیا۔ ڈاکٹر حمیرہ جلیلی اپنے طریقۂ تدوین کے متعلق تحریر کرتی ہیں:

"نسخہ الف میں جو میرے مرتبہ متن کا بنیادی نسخہ ہے جہاں کہیں عبارت بے ربط یا مہمل ہو گئی ہے اس حصے کو حذف کر کے دوسرے نسخوں سے صحیح عبارت نقل کی گئی ہے اور اس کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔"(18)

اچھے محقق و مدوّن کی یہ پہچان ہوتی ہے کہ اس کی تحقیق و تدوین کے دوران میں جن شخصیات نے مدد کی ہوتی ہے اُن کا برملا اعتراف کرتا ہے۔ڈاکٹر حمیرہ جلیلی نے اپنے "پیش لفظ" کے آخر میں نگرانِ مقالہ(19) اور دیگر اساتذہ(20) کے ساتھ ان لوگوں(21) کا بھی شکریہ ادا کیا ہے جنھوں نے متن کے مختلف نسخوں کی دستیابی کو ممکن بنایا ہے نیز جن شخصیات(22) نے آیات و احادیث اور فارسی عبارتوں کو درست کرنے میں معاونت کی ہے اُن کا اعتراف شکریے کے ساتھ کیا ہے۔اپنے مقالہ کے کاتب(سید بشیر الدین) اور جلد ساز(ماجد وفائی)، اپنے معالج(الحاج ڈاکٹر عبدالباری) اور روحانی شخصیت(حضرت فصل المتین چشتی) کا ذکر بہت زیادہ محبت، عقیدت اور احترام سے کیا ہے۔"پیش لفظ" کے اختتام پر دائیں جانب حمیرہ جلیلی کے نیچے جلیل منزل سلطان پورہ۔حیدر آباد لکھا ہوا ہے۔

ڈاکٹر حمیرہ جلیلی نے "سب رس کی تنقیدی تدوین" کا مقدمہ 168 صفحے کا لکھا جسے انھوں نے گیارہ(11) ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا ہے۔1۔اردو نثر "سب رس" سے پہلے 2۔وجہی کے حالاتِ زندگی 3۔وجہی کی دیگر تصانیف 4۔تمثیل نگاری 5۔"سب رس" کا ماخذ 6۔"سب رس" کے مماثلات 7۔"سب رس" اور مسائل تصوف 8۔"سب رس" کی زبان 9۔صوتی مطالعہ 10۔املا 11۔نحوی مطالعہ

درج بالا عناوین سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حمیرہ جلیلی کا مقدمہ کس قدر اہمیت و افادیت کا حامل ہے۔"سب رس" کے متن کا مطالعہ کرتے ہوئے قارئین کو مختلف قسم کی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن حمیرہ جلیلی نے اپنے مقدمے میں جن امور پر بحث کی ہے اگر انھیں دورانِ مطالعہ ملحوظ خاطر رکھا جائے تو کسی قسم کی الجھن پیدا نہیں ہوتی۔حمیرہ جلیلی "سب رس" کے متن کی تدوین کے متعلق رقم کرتی ہیں:

""سب رس" کے متن کی تدوین کے سلسلے میں اس بات کا میں نے خاص خیال رکھا ہے کہ قارئین اور خصوصاً طالب علموں کو کسی بھی قسم کی الجھن در پیش نہ ہو۔چناں چہ اس کتاب میں ایک باب "سب رس کی زبان" بھی شامل ہے جس کے مطالعہ سے زبان اور املا کے ارتقائی مدارج کا اندازہ ہوتا ہے۔متن کے مطالعہ کے دوران اگر قارئین اس لسانی تجزیہ کو پیش نظر رکھیں تو مجھے امید ہے کہ دکنی ادب کے اس نثری شہ پارے کی زبان سمجھنے میں دشواری نہ ہوگی۔"(23)

ڈاکٹر حمیرہ جلیلی نے اپنے مقدمے کا آغاز اردو نثر کے آغاز و ارتقا کے تحقیقی مطالعہ سے کیا ہے۔اُن کی تحقیق کے مطابق ساتویں صدی ہجری(24) تک اردو نثر مربوط جملوں کی صورت اختیار کر چکی تھی۔انھوں نے حضرت فرید الدین گنج شکر، حضرت بختیار کاکی اور جمال الدین ہانسوی کے مابین مختلف مواقع پر ہونے والی گفتگو سے اردو کے مربوط جملوں کی مثالیں بطورِ حوالہ پیش کی ہیں۔پہلی نثری تصنیف کے حوالے سے تذکرہ نگاروں اور محققین کے ہاں مختلف آرا ملتی ہیں۔جن کا احاطہ حمیرہ جلیلی نے تحقیقی انداز میں کیا ہے اور جدید تحقیق کی روشنی میں "سب رس" کے متعلق پائی جانے والی غلط فہمیوں کا جائزہ لیا ہے۔وہ لکھتی ہیں:

> "ڈاکٹر زور اور حامد حسن قادری اسے میراں جی کی تصنیف قرار دیتے ہیں، پروفیسر عبدالقادر سرفراز نے بمبئی یونیورسٹی کے مخطوطات کی فہرست مرتب کرتے وقت اسے وجہی کی تصنیف بتلایا ہے، اور نام "تاج الحقائق" قرار دیا ہے اب پیچیدگی یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ آیا اس کتاب کا نام "تاج الحقائق" ہے یا "سب رس" اور اس کا مصنف وجہی ہے یا میراں جی شمس العشاق یا کوئی اور "اردو نثر کا آغاز و ارتقا" میں ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ بتایا ہے کہ

اس کتاب کا نام "تاج الحقائق" ہے اور شاہ وجیہ الدین(900ھ ۔۔ 995ھ) اس کے مصنف ہیں۔حال ہی میں جناب نور السعید اختر نے اسے وجہی مصنف "سب رس" کی تصنیف ثابت کرتے ہوئے اپنا پی ایچ۔ڈی کا مقالہ تیار کیا ہے۔اختر صاحب صرف زبان کی داخلی شہادت کی بنا پر اس کو وجہی کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔"(25)

حمیرہ جلیلی بتاتی ہیں کہ "کربل کتھا" از فضلی (26)، "معراج العاشقین" ازخواجہ بندہ نواز گیسو دراز،(27)عین الدین گنج العلم کے رسائل(28)، حضرت اشرف جہانگیر سمنانی کا رسالہ "تصوف"(29)اور میراں جی شمس العشاق کی تصانیف کی اوّلیت معاصر تحقیق کی رو سے ختم ہو چکی ہے اور برہان الدین جانم کی تصنیف "کلمتہ الحقائق" کو اردو نثر کا پہلا مستند کارنامہ (30) کہا جا سکتا ہے۔"کلمتہ الحقائق" میں "ارشاد نامہ" کے مسائل نثر میں پیش کیے گئے ہیں اور بعض مقامات پر تو "ارشاد نامہ" کے اشعار کو نثر کی ترتیب میں پیش کر دیا ہے جس سے "کلمتہ الحقائق" کی عبارت مقفیٰ اسلوب کی حامل ہو گئی ہے۔ وجہی کی "سب رس" میں بھی یہی اسلوب ملتا ہے جس کی بنیاد پر حمیرہ جلیلی نے "سب رس" کے اسلوب کا نقشِ اوّل(31)"کلمتہ الحقائق" کی مقفیٰ عبارت کو قرار دیا ہے لیکن واضح رہے کہ "کلمتہ الحقائق" کو ادبی نثر کا نقطہء آغاز قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس کا موضوع خالصتاً مذہبی ہے۔ ادبی نثر کے حوالے سے وجہی کی "سب رس" کو فوقیت حاصل ہے۔ بقول ڈاکٹر حمیرہ جلیلی:

"سب رس" سے پہلے جتنی بھی چیزیں نثر میں لکھی گئی ہیں وہ سب فقہ و تصوف وغیرہ پر مبنی ہیں اس سے پہلے کی کوئی بھی تصنیف ایسی نہیں جن میں ان موضوعات سے ہٹ کر کوئی بات کہی گئی ہو۔ اس لحاظ سے وجہی کو فوقیت واولیت حاصل ہے کہ وہ "سب رس" جیسا ادبی کارنامہ پیش کرتا ہے۔"(32)

حمیرہ جلیلی نے "سب رس" کے طرز تحریر کا نقشِ اوّل دریافت کرنے کے ساتھ "سب رس" کی ادبی لحاظ سے اولیت و فوقیت بھی ثابت کی ہے۔ وجہی کے حالات زندگی کے بارے میں اردوئے قدیم کے محققین(33) نے مفصل نہیں لکھا ہے۔ تاہم "سب رس" اور "قطب مشتری" سے مختصراً وجہی کے حالات دریافت کیے ہیں۔ ڈاکٹر حمیرہ جلیلی نے وجہی کے حالات زندگی پیش کرتے ہوئے "سب رس" اور "قطب مشتری" پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انھوں نے وجہی کے "دیوان فارسی" سے بھی اخذ و استفادہ کیا ہے۔ انھوں نے داخلی شہادتوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ "دیوانِ فارسی"، "سب رس" اور "قطب مشتری" کا مصنف ایک ہی ہے۔ اردوئے قدیم کے دیگر محققین کے برعکس حمیرہ جلیلی نے وجہی کے حالاتِ زندگی مفصل بیان کیے ہیں۔ ان کے نزدیک وجہی کا اصل نام اسد اللہ ہے اور وہ، وجیہ، جیہا اور وجہی تخلص کرتے تھے۔ حمیرہ نے "دیوانِ فارسی" سے ایسی شہادتیں پیش کی ہیں جن سے یہ پتا چلتا ہے کہ وجہی کے آباؤ اجداد کا وطن خراسان تھا لیکن وجہی کی پیدائش ہندوستان میں ہوئی۔ مقدمے میں حمیرہ جلیلی پورے وثوق سے یہ طے نہیں پائیں کہ وجہی کی پیدائش ہندوستان کے کس علاقے میں ہوئی البتہ "قطب مشتری" میں وجہی نے دکن کی تعریف و توصیف بڑی محبت، عقیدت اور احترام سے کی ہے جس کی بنیاد پر حمیرہ جلیلی نے قیاس کیا ہے کہ وجہی کی جائے پیدائش دکن ہو سکتی ہے۔ وہ اس بات کا اعتراف کرتی ہیں کہ وجہی کے مقام پیدائش کی طرح ان کا سنہء ولادت بھی ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہو سکا۔ اس سلسلے میں انھوں نے جو تحقیقی نکتہ پیش کیا ہے وہ قابلِ غور ہے وہ بیان کرتی ہیں:

"ڈاکٹر زور، مولوی نصیر الدین ہاشمی اور ڈاکٹر نور سعید اختر اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ وجہی نے چار بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ خود وجہی نے بھی اپنی تصانیف میں ابراھیم قطب شاہ، محمد قلی قطب شاہ، محمد قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کا ذکر کیا ہے۔ دوسری جانب "قطب مشتری" (1018ھ) کے تیور ایک پختہ مشق شاعری کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس لیے اگر ہم وجہی کی عمر "قطب مشتری" کی تصنیف کے وقت مابین 50،45 سال تصور کریں تو سنہ پیدائش 968ھ، 973ھ کے قریب قرار پاتا ہے۔ اردو قدیم کے دیگر محققین نے بھی وجہی کی ولادت سنہ کا تعین قریب قریب انھی سنین میں کرتے ہیں"(34)

محمد قطب شاہ کے عہد میں وجہی نے گوشہ نشینی اختیار کی اور انتہائی مفلسی کی زندگی گزاری۔ حمیرہ جلیلی کے مطابق "قطب مشتری" (1018ھ) اور "سب رس" (1045ھ) کا درمیانی عرصہ تقریباً ستائیس (27) سال کا ہے۔ اس عرصے میں وجہی کی کوئی تصنیف سامنے نہیں آئی جس سے یہ

بات عیاں ہوتی ہے کہ اس دورانیے میں وجہی دربار سے منسلک نہیں رہے تھے اور اس کی شہادت وجہی کے فارسی دیوان سے بھی ملتی ہے۔ وجہی کو دوبارہ دربار تک رسائی عبداللہ قطب شاہ کے دور میں ملی۔ حمیرہ نے اپنے مقدمے میں وجہی کے فارسی دیوان سے کچھ ایسے اشعار نقل کیے ہیں جن سے وجہی کا اپنے معاصرین اور ان کے کلام کے متعلق نقطہ نظر سامنے آتا ہے۔ وجہی اپنے معاصرین خصوصاً غواصی کے کلام کو تقلیدی کہتا ہے۔ غواصی نے بھی "سیف الملوک اور بدیع الجمال" میں وجہی کے طعنوں کا خوب جواب دیا ہے لیکن غواصی معاصرانہ چشمک (35) کے باوجود وجہی کا احترام کرتا ہے اور اس کی عظمت کا قائل ہے۔ حمیرہ نے وجہی کے فارسی کلام سے وجہی کے استاد یعنی روح الامین اور ان کے دو پیش رو شاعر (فیروز، محمود) معلوم کیے ہیں۔ ان شاعروں کو وجہی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ تقریباً ہر بڑے مصنف کو ہر مسلک اور عقیدے کے لوگ اُسے اپنا بنا کر پیش کرتے ہیں۔ وجہی کے مسلک و عقیدے کا معاملہ بھی کچھ یوں ہی ہے "قطب مشتری" اور "سب رس" میں وجہی کو جہاں کہیں موقع ملا ہے انھوں حضرت علیؓ کا ذکر بڑے جوش خروش سے کیا ہے جس کی بنیاد پر ڈاکٹر خاں رشید نے وجہی کا مسلک شیعہ بتایا ہے لیکن حمیرہ جلیلی نے بڑے اعتماد کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہے کہ وجہی سنی مسلک سے تعلق رکھتے تھے جس کا جواز انھوں نے یہ پیش کیا ہے کہ وجہی نے حضرت علی کا ذکر والہانہ عقیدت و محبت سے تو کیا ہے مگر وہ دیگر خلفائے راشدین کا تذکرہ بھی بڑے احترام سے کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جس طرح سے انھوں نے خلفائے ثلاثہ کا ذکر کیا ہے اس کی توقع کسی شیعہ سے نہیں کی جاسکتی۔ حمیرہ جلیلی کے نزدیک:

"دراصل وجہی سنی مشرب تھا۔ کیونکہ ایک تو یہ کہ اس نے جب خلفائے راشدین کا ذکر کیا ہے احترام کو ملحوظ رکھا ہے دوسرے یہ کہ اب تک وجہی کے صرف دو مرثیہ دریافت ہوئے ہیں یہ دونوں مرثیے اس بات کے گواہ ہیں کہ یہ کسی شیعہ شاعر کی تخلیق ہر گز نہیں ہیں۔ ان مرثیوں میں سوز و گداز وہ گرمی نہیں جو ایک شیعہ شاعر کے حقیقی جذبات کی ترجمان ہوتی ہے" (36)

نسخہ کتب خانہ ادارہ ادبیاتِ اردو کے ترقیمہ کی عبارت کو حوالے کے طور پر پیش کیا ہے جس "سب رس" حمیرہ نے میں کاتب نے لکھا ہے کہ وجہی چشتیہ سلسلہ میں بیعت تھا۔ اس سے حمیرہ نے وجہی کی سنیت ثابت کرنے کے کوشش کی ہے۔ مقدمے کے جس حصے میں حمیرہ نے وجہی کے مذہبی عقیدے کے متعلق بحث کی ہے بہت مدلل اور پر مغز ہے۔ اکثر ناقدین نے وجہی کو بطورِ صوفی شاعر متعارف کرایا ہے۔ حمیرہ جلیلی نے ناقدین کے اس دعوے کو یہ کہتے ہوئے رد کیا ہے کہ جس طرح وجہی کے کلام میں شکوہ شکایت، مفلسی اور تنگدستی کا بیان ملتا ہے یہ کلام کسی صوفی شاعر کا نہیں ہو سکتا البتہ یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ وجہی کو تصوف کا کافی علم حاصل تھا جسے انھوں نے مذہبی تعلیمات کی آڑ میں بیان کر دیا ہے۔

اپنے مقدمے میں حمیرہ جلیلین نے وجہی کی جن تصانیف کا تذکرہ خصوصی طور پر کیا ہے اُن میں "قطب مشتری"، "ماہِ سیما و پری رخ" (37)، "تاج الحقائق" اور "سب رس" شامل ہیں۔ حمیرہ جلیلی نے "قطب مشتری" کا تعارف کراتے ہوئے اس کے فنی حسن و قبح کا محققانہ اور ناقدانہ جائزہ لیا ہے۔ وجہی کے معاصرین کے ہاں فارسی تصانیف سے اخذ و استفادے کی روایت مستحکم تھی لیکن وجہی نے "قطب مشتری" کا قصہ اپنی تخلیقی اپج سے تشکیل دیا ہے۔ "قطب مشتری" کے آغاز میں ایک منظوم باب "در شرح شعر گوید ہے" اس باب میں وجہی نے اپنا نظریہ شعر پیش کیا ہے حمیرہ نے وجہی کے نظریہ شعر کے تناظر میں "قطب مشتری" کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ وجہی کے تصور شعر کے مطابق "قطب مشتری" حد درجہ سلیس اور رواں ہونے کے ساتھ حسنِ بیان (38) کی خوبیوں سے بھی آراستہ و پیراستہ ہے۔ وجہی نے "قطب مشتری" میں انسانی نفسیات اور قانون فطرت کو مختصراً اور اعتدال کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس میں محبوب کی بے وفائی کا تذکرہ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ ملتا ہے۔

حمیرہ نے وجہی کی منظر نگاری کو حسب ذیل الفاظ میں سراہا ہے:

""""قطب مشتری"میں وجہی نے منظر نگاری کا وہ کمال دکھایا ہے کہ جیتی جاگتی تصویریں سامنے آجاتی ہیں۔ مثلاً ایک موقعہ پر وجہی نے ایک باغ کی تصویر کشی اس خوبی سے کی ہے کہ قاری خود اپنے آپ کو اس باغ میں محسوس کرتا ہے۔ جہاں بنفشے کی زلفیں مشک بار ہیں اور سرو محو رقص درخت خمار آلود ہوا سے جھومتے کھڑے ہیں اور طیور کے نغمے سرود کی کیفیت پیش کرتے ہیں کلیاں صراحیاں ہیں تو پھول پیمانے جہاں ندیم صفت سانولی باتونی شوخ بلبلیں اپنی دلچسپ حرکتوں سے مور، طوطے اور ہنس کو بے اختیار ہنسنے پر مجبور کر دیتی ہے"(39)

وجہی کا استعاراتی اور تشبیہاتی نظام منفرد ہی نہیں بلکہ ندرت کا حامل ہے۔ وجہی کی زبان و بیان کے حوالے سے حمیرہ نے اُن کے استعارہ اور تشبیہ برتنے کے انداز کا بھی محاکمہ کیا ہے۔ انھوں نے "قطب مشتری" کے فنی خصائص ہی بیان نہیں کیے بلکہ اُس کے نقائص کی بھی نشاندہی کی ہے۔ حمیرہ کے بقول "قطب مشتری" کا قصہ طربیہ ہے۔ طربیہ قصے کے لیے پلاٹ اور اس کے اجزا کا جس طرح آپس میں مربوط ہونا ضروری ہے اُس طرح "قطب مشتری" کا پلاٹ اپنے اجزا کے ساتھ مربوط نہیں ہے۔ کرداروں کے انتخاب اور ان کی حرکات و سکنات کو جس مہارت سے پیش کرنے کی ضرورت تھی وجہی نے اس کا خاطر خواہ اہتمام نہیں کیا۔ "قطب مشتری" کے مطالعہ سے حمیرہ جلیلی اس نتیجے پر پہنچی ہیں کہ قصے کا پلاٹ ہی گھسا پٹا نہیں بلکہ قطب شاہ کی تعریف و توصیف میں اس حد تک مبالغے سے کام لیا گیا ہے کہ مثنوی نہیں رہتی بلکہ قصیدہ معلوم ہوتی ہے۔ مثنوی کا مرکزی کردار شہزادہ ہے مگر وجہی نے اسے شہزادے کے اوصاف سے عاری دکھایا ہے۔ دوسرا مرکزی کردار مشتری کا ہے جو شہزادے کے کردار سے جاندار ہے۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو وجہی کی کردار نگاری قصے کے تقاضے پورے نہیں کرتی۔ "قطب مشتری" اپنے تخلیقی دور کی تہذیب و تمدن اور معاشرت کے بہت سے دھاروں کو اپنے شعروں میں سمیٹے ہوئے ہے "قطب مشتری" کے قصے کو اپنی منزل کی طرف گامزن کرنے کے لیے وجہی نے قصے کی تکنیکس اپنانے کی بجائے غزلوں کے اشعار اور رباعیوں کا سہارا لیے ہے جس کی بنیاد پر حمیرہ جلیلی یہ کہتے ہیں کہ وجہی نے غزل اور رباعی کی اصناف پر بھی طبع آزمائی کی ہے اور وجہی کی غزل پر ہندی اثرات کا غلبہ ہے۔ وجہی کی غزلیں جذبات کی ترجمان ہیں۔ حمیرہ جلیلی کے مقدمے کا وہ حصہ جس میں انھوں نے "قطب مشتری" پر ناقدانہ نظر ڈالی ہے بہت دلچسپ ہے اور حمیرہ کو بطورِ ناقد متعارف کراتا ہے۔

اردوئے قدیم کے بعض محققین نے "تاج الحقائق" کو بھی وجہی سے منسوب کیا ہے۔ حمیرہ نے ان محققین کے دعوے کا تحقیقی مطالعہ کیا ہے کہ یہ تصنیف وجہی سے علاقہ رکھتی ہے یا نہیں لیکن وہ اس کا تحقیقی بنیادوں پر فیصلہ کرنے میں ناکام نظر آتی ہے البتہ ڈاکٹر نورالسعید اختر کی رائے کی طرف جو اُن کا جھکاو ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حمیرہ ڈاکٹر اختر کی رائے کی تائید کر رہی ہیں۔ ملاحظہ کریں:

""""تاج الحقائق" کے مصنف کے تعلق سے ڈاکٹر نورالسعید اختر کا یہ خیال صحیح ہے کہ یہ حضرت شمس العشاق کی تصنیف نہیں۔ کتب خانہ سالارِ جنگ کے نسخے میں حضرت شمس العشاق کا نام قوسین میں ہونا نا یقیناً اس کے الحاق ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ "تاج الحقائق" کا شاہ وجہی الدین گجراتی کی تصنیف ہونا بھی قرین قیاس نہیں شاہ صاحب سے منسوب ایک اور کتاب "بحر الحقائق" ہے لیکن جیسا کہ ڈاکٹر اختر نے وضاحت کی ہے یہ رسالہ شاہ صاحب کی تصنیف نہیں بلکہ ملفوظات

ہیں۔ جن کو اُن کے مریدوں نے جمع کر کے ”بحر الحقائق“ رسالہ نام رکھ دیا۔ البتہ ڈاکٹر اختر مختلف محققین کے اس قیاس کو قبول کرتے ہیں کہ ”تاج الحقائق“ کی زبان ”سب رس“ کی زبان سے ملتی ہے چنانچہ انھوں نے ”سب رس“، ”تاج الحقائق“ اور ”قطب مشتری“ کا تقابلی تجزیہ کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ بھی وجہی ہی کی تصنیف ہے“(40)

حمیرہ جلیلی نے مختلف محققین کی آرا کی روشنی میں ایلگری کے معنی و مفہوم کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اُن کے نزدیک تمثیل یہ ہے کہ ایک بات کہہ کر دوسری بات مراد لینا ہے۔ انھوں نے واضح کیا ہے کہ تمثیل کوئی ادبی صنف نہیں اور نہ اس کا تعلق اُسلوب سے ہے بلکہ طرزِ بیان کی ایک قسم ہے۔ حمیرہ نے اپنے مقدمے میں دنیا کی اہم زبانوں سے تعلق رکھنے والی تمثیلی تخلیقات کا سرسری تذکرہ کیا ہے۔ اردو ادب کے ابتدائی نثاروں نے بھی اپنی تصانیف میں تمثیلی انداز اپنایا ہے۔ حمیرہ جلیلی نے اردو ادب میں تمثیل نگاری کے آغاز کے متعلق لکھا ہے:

”سب رس“ سے پہلے حضرت گیسو دراز کا فارسی رسالہ ”شکار نامہ“ واحد شاہ پارہ ہے جو تمثیل اور بہت کچھ پہیلی کی طرز پر مبنی ہے“(41)

اس میں کوئی شک نہیں کہ ”سب رس“ تخلیق نہیں تالیف ہے لیکن اپنی چند ایک خوبیوں کی وجہ سے تصنیف کا درجہ رکھتی ہے۔ حمیرہ نے ”سب رس“ کے وہی ماخذ بتائے ہیں جن (دستورالعشاق، حسن ودل) پر مولوی عبدالحق نے اپنے مقدمے میں مفصل لکھا ہے۔ فتاحی نے ”دستورالعشاق“ کے آخری حصے میں حضرت خضر کے کردار کے ذریعے عقل و عشق کی حقیقت آشکار کی ہے جسے حمیرہ نے اپنے مقدمے میں نقل کیا ہے۔ وجہی نے گلشنِ رخسار میں دل اور حضرت خضر کی مختصراً ملاقات کرائی ہے اور فتاحی کی طرح اسرار و رموز کی شرح نہیں کی بلکہ آنکھوں ہی آنکھوں میں تمام بھید کھول دیے ہیں۔ عبدالحق نے وجہی کے اس انداز پر تنقید کی اور اس کی وجہ سے ”سب رس“ کو نامکمل اور ناقص تمثیل قرار دیا ہے لیکن حمیرہ جلیلی اسے تمثیل کا نقص نہیں سمجھتیں کیونکہ اُن کے خیال میں وضاحت و صراحت تمثیلی فن پاروں کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تمثیل صاحبِ شعور اور با ادراک لوگوں کے لیے لکھی جاتی ہے تاکہ وہ اسرار، رمز اور کنایات سے محظوظ ہو سکیں۔ ”سب رس“ میں حضرت خضر کا وضاحتی بیان نہ ہونے کی وجہ سے اسے ناقص تمثیل قرار نہیں دیا جا سکتا۔(42) دیوی سنگھ چوہان نے ”پربھو چندر اودے اور دستورالعشاق“ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جس میں انھوں نے ”دستورالعشاق“ کو سنسکرت الاصل قرار دیا ہے اور کرشن مصرا کے تمثیلی ڈرامہ "پربھو چندر اودے" اس کا ماخذ بتایا ہے۔ انھوں نے اپنے دعوے کا جواز یہ پیش کیا ہے کہ ”دستورالعشاق“ اور ”پربھو چندر اودے“ کے پلاٹ، کردار، طرز نگارش اور مطمعِ نظر میں یکسانیت ہے۔ حمیرہ نے دیوی سنگھ کے دعوے کی تحقیقی جانچ پرکھ کے بعد حسب ذیل فیصلہ صادر کیا ہے:

”حقیقت یہ ہے کہ دونوں قصوں کا سرسری مطالعہ ہی اس بات کی تردید کر دیتا ہے کہ ”دستورالعشاق“، ”پربھو چندر اودے“ سے ماخوذ ہے اس میں شک نہیں کہ دونوں قصوں میں تصوف و عرفان کا رنگ موجود ہے لیکن جہاں تک پلاٹ اور کردار کا تعلق ہے دونوں قصوں میں اس حد تک یکسانیت اور موزونیت نہیں پائی جاتی کہ ”پربھو چندر اودے“ کو ”دستورالعشاق“ کا ماخذ قرار دے دیا جائے۔ اگر تمثیلی اور متصوفانہ انداز کی بنا پر ایسا کہا گیا ہے تو چینی ادب میں اس طرح کے کئی قصے مل جاتے ہیں۔ جنھیں اخلاقی یا مذہبی نقطہ نظر کی وضاحت کے لیے مجاز اور حقیقت کی دوہری سطحوں پر پیش کیا گیا ہے“(43)

ڈاکٹر حمیرہ نے مقدمے میں ”پربھوچندراودے“ کے قصے کا خلاصہ پیش کرکے یہ واضح کیا ہے کہ ”پربھو چندر اودے“ اور ”دستورِ العشاق“ کے قصے میں کوئی مماثلت نہیں ہے البتہ ایک دو کرداروں(44) کے نام دونوں قصوں میں ایک جیسے ہیں تاہم یہ کردار اپنے فعل و عمل کے لحاظ سے مختلف نوعیت کے ہیں۔ ”دستورالعشاق“ کا تخلیقی محرک ابھی تک پردۂ اخفا میں ہے جس کے متعلق پورے وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی یہ طے کیا جاسکتا ہے کہ یہ فتاحی کا تخلیقی کارنامہ ہے یا ماخوذ۔ فتاحی نے بعد میں ”دستورالعشاق“ کے قصے کو ”حسن ودل“ کے عنوان سے نثر میں بھی بیان کیا ہے۔ اُن کی جادوبیانی نے ”حسن ودل“ کے قصے کو پرتاثیر بنادیا ہے جس سے زمانے کی توجہ اس قصے کی جانب مبذول ہوگئی اوراسے شہرتِ عام اوربقائے دوام نصیب ہوا۔ وجہی نے اسی (حسن ودل) قصے کو ”سب رس“ میں مقفیٰ و مسجع نثر کے پیرائے میں اپنی تخلیقی اپچ بنا کر پیش کیا ہے۔ وجہی کے معاصرین نے اس پر ردعمل ظاہر کرنے کے بجائے اسے قبول کرلیا۔ اس کی بنیادی وجہ حمیرہ نے یہ بتائی ہے کہ وجہی سے قبل اس طرز کی نثر لکھنے کا رجحان نہ تھا۔ وجہی کے معاصرین نے اپنی ساری توجہ نظم پر مرکوز کررکھی تھی۔ اُن کے لیے وجہی کا نثری اسلوب نیا ہی نہ تھا بلکہ اچھوتا اور منفرد تھا۔ انھوں نے وجہی کے اسلوب کا تتبع بھی کیا۔ وجہی جیسے کہنہ مشق شاعر کے لیے مسجع ومقفیٰ نثر لکھنا کوئی بڑا مسئلہ نہ تھا۔ ان کی زبان پر گرفت اس قدر مضبوط ہے کہ وہ مقفیٰ اور مسجع پیرائے میں دل کش انداز میں بلا تکلف لکھتا چلا جاتا ہے۔ حمیرہ کی تحقیق کے مطابق وجہی کا قلم جب جوش میں آتا ہے تو ہم قافیہ الفاظ کی بھرمار کردیتا ہے اور کہیں پر بھی آورد کا شبہ تک نہیں ہوتا۔ آیتوں، حدیثوں، کہاوتوں اور مقولوں کے ساتھ بھی ہم قافیہ جملوں کا استعمال کیا ہے۔ حمیرہ نے ثبوت کے طور پر چند ایک مثالیں اپنے مقدمے میں لکھ دی ہیں۔ وجہی نے اپنے زندگی کے تجربات زبان کی ایسی چستی کے ساتھ پیش کیے ہیں کہ ”سب رس“ کے اکثر جملے ضرب الامثال معلوم ہوتے ہیں۔ حمیرہ جلیلی کے بقول وجہی نے ”سب رس“ میں اردو انشائیے کے ابتدائی نمونے پیش کیے ہیں جن میں اُس دور کے معاشرتی، تہذیبی، اور اخلاقی رجحانات کی عکاسی ملتی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر حمیرہ لکھتی ہیں:

”وجہی نے ”سب رس“ میں تصوف کے اکثر موضوعات پر بڑی خوبی سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور ساتھ ہی اخلاقی، نفسیاتی اور عام دنیاوی مسائل پر بڑی دل چسپی کے ساتھ سیر حاصل بحث کی ہے اور یہ فکر انگیز اور سبق آموز باتیں ”سب رس“ کا بہترین سرمایہ ہی نہیں اردو کے ابتدائی انشائیے بھی ہیں جن میں فکر کی گہرائی بھی ہے اور تجربہ کی پختگی بھی۔ انھیں کے ذریعے وجہی نے نہایت سلاست، روانی، اور شگفتگی سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ایک طرح سے یہ وجہی کے ہی خیالات نہیں بلکہ اس دور کے معاشرتی تہذیبی و اخلاقی رجحانات کا آئینہ بھی ہیں“(45)

حمیرہ جلیلی نے ”سب رس“ کا مطالعہ داستان کے فنی عناصر کے تناظر میں بھی کیا ہے۔ اُن کے نزدیک ”سب رس“ میں وہ تمام عناصر موجود ہیں جو ایک داستان میں ہوتے ہیں۔ چونکہ ”سب رس“ فتاحی کے قصہ ”حسن ودل“ سے ماخوذ ہے اس لیے پلاٹ کی تشکیل و تعمیر کی ذمے داری وجہی پر نہیں آتی ہے۔ موضوع کے لحاظ سے "سب رس“ کا قصہ دل چسپ ہے جسے وجہی کے تمثیلی انداز نے مزید نکھار دیا ہے ”سب رس“ کے کردار اسم بامسمیٰ ہونے کے باوجود جاندار ہیں۔ وجہی نے منظرنگاری میں حقیقت سے زیادہ مبالغے سے کام لیا ہے جس سے قصہ گوئی کا فطری پن متاثر ہوا ہے۔ متن

کے مماثلات سے متعلق قارئین کو آگاہ کرنا کرنا مرتب کی اہم ذمے داری ہے۔ حمیرہ نے اس ذمے داری کو احسن طریقے سے نبھایا ہے۔ انھوں نے سب سے پہلے تو اُن مماثلات کو متعارف کرایا ہے جو مولوی عبدالحق نے ''سب رس'' کی تدوین کے دوران میں دریافت کیے اور انھیں اپنے مقدمے میں بیان کیا ہے۔ عبدالحق نے جن یورپی، ترکی اور ہندوستانی مصنفین کی نگارشات کا تذکرہ قصہ ''حسن ودل'' کے تتبع کے ضمن میں مختصراً کیا ہے حمیرہ جلیلی نے ان کا تذکرہ قدرے تفصیل سے کیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے قصہ ''حسن ودل'' معرکہ آرا قصہ ہے جسے مشرقی اور مغربی ممالک کے تخلیق کاروں نے اپنے اپنے رنگ میں پیش کیا ہے۔ بعض نے براہ راست فتاحی سے قصہ لیا اور بعض نے وجہی کی ''سب رس'' کی خوشہ۔ مدوّن جو فن پارہ تدوین کے لیے منتخب کرتا ہے اس کے موضوعات پر تحقیقی انداز میں روشنی ڈالتا ہے تاکہ قارئین پر اس فن پارے کی اہمیت آشکار ہو جائے۔ حمیرہ جلیلی نے بھی اچھے مدوّں کی طرح ''سب رس'' کے موضوعات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ ان کے مطابق ''سب رس'' کے موضوعات ذات وصفات، وحدتہ الوجود، فنا فی اللہ، بقا باللہ، ولایت ونبوت، راگ، خطرہ، ذکر شغل، عشق الٰہی اور عشق مجازی وغیرہ ہیں۔ حمیرہ جلیلی نے ''سب رس'' کے متن سے ان موضوعات کی مثالیں پیش کی ہیں جو ایک دقت طلب کام ہے۔ مذکورہ بالا موضوعات تصوف سے تعلق رکھتے ہیں جنھیں وجہی نے خوب نبھایا ہے۔ حمیرہ جلیلی تحریر کرتی ہیں:

''وجہی نے تصوفِ اسلام کے مقررہ فکر ومسائل میں نہ اپنی جانب سے کچھ اضافہ کیا ہے نہ انحراف بلکہ ان عام مسائل ہی کو موقع محل کی مناسبت سے نہایت خوب صورتی اور وضاحت سے پیش کر دیا ہے۔ اسی دور میں جبکہ بیجاپور میں مصنفین تصوف اور دیگر مسائل دین پر مسلسل اور مبسوط کتابیں لکھ رہے تھے وجہی نے صرف اپنی ایک ہی کتاب یعنی ''سب رس'' کے ذریعے گولکنڈہ کے میزان لوح وقلم کے ادب وتصوف دونوں پلڑوں میں توازن پیدا کر دیا ہے''(46)

حمیرہ جلیلی نے ''سب رس'' کا موضوعاتی مطالعہ ہی نہیں کیا بلکہ صرف ونحو کے اعتبار سے بھی جائزہ لیا ہے اور انھوں نے اُن اصول وضوابط کا سراغ لگایا ہے جن کو بروئے کار لاتے ہوئے وجہی نے اسم کیفیت (اسم، صفت، فعل)، اسم ظرفِ زماں اور اسم ظرفِ مکاں وغیرہ بنائے ہیں۔ وجہی نے اسم ظرفِ مکاں بنانے کے لیے فارسی اور ہندی علامتوں کو بطورِ لاحقہ استعمال کیا ہے۔ اسما کی تذکیر وتانیث کی نشاندہی کرتے ہوئے مصنف کے مختارات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ حمیرہ جلیلی نے اُن اسما کی نشاندہی کی ہے جو قواعد کے لحاظ سے مذکر یا مونث ہیں لیکن وجہی نے انھیں برعکس استعمال کیا ہے۔ حمیرہ جلیلی بتاتی ہیں کہ بعض اسما کو وجہی نے مذکر اور مونث دونوں طرح سے برتا ہے۔ وجہی نے اسما کی تعداد، اسم صفت اور اس کی مختلف اقسام کو ''سب رس'' میں جس طریق سے برتا ہے اس کے متعلق جانکاری حمیرہ نے اپنے مقدمے میں درج کی ہے۔ حمیرہ نے ان لفظوں کو بھی دریافت کیا ہے جنھیں وجہی نے ''سب رس'' میں بطور ضمائر کے استعمال کیا ہے۔ حمیرہ جلیلی نے ''سب رس'' کا صوتی مطالعہ بھی کیا ہے تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ مصنف نے کن بھاری آوازوں کو ہلکی آوازوں میں اور کن ہلکی آوازوں کو بھاری آوازوں میں تبدیل کیا ہے۔ حمیرہ جلیلی کی تحقیق کے مطابق وجہی نے بعض کوزی (ٹ، ڈ، ڑ) آوازوں کو دندانی (ت، د، ر) آوازوں میں بدلا ہے، بعض لفظوں میں یائے معروف ومجہول پر نون غنہ کا اضافہ کر دیا ہے اور بعض لفظ ایسے بھی ہیں جو مروجہ اردو میں غنّہ کے ساتھ لکھے جاتے ہیں لیکن وجہی نے غنّہ کو ساقط کر دیا

ہے۔ تاہم ”سب رس“ میں بہت سے ایسے لفظ بھی مل جاتے ہیں جنھیں کہیں نون غنہّ کے ساتھ لکھا گیا ہے اور کہیں نون غنہّ کے بغیر۔ حمیرہ جلیلی لکھتی ہیں:

”اکثر ایسے الفاظ جن کے آخر میں،ہ، آتا ہے ”سب رس“ میں انھیں الف سے بدل گیا ہے لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔

ا۔ شراب پینے کا پاویں گے مزا

۲۔ دلے کیا فایدا کہ آدمی بے خبر ہے

۳۔ حسن پر پردا ہوا، سو بہت خیر ہوا

۴۔ تیری مروت کا مجھے آزمودا ہوا“

کہیں کہیں،ع، کو بھی الف سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔

ا۔ عشق میں اتنا چ ہے منا

۲۔ بڑے جگچے کرتے سو اس میں بہوت نفا

۳۔ اس بات کا مانا بہوت غنیمت ہے

”سب رس“ میں کہیں کہیں،ہ، اور،چ، کا غیر ضروری اضافہ بھی نظر آتا ہے (عموماً یہ اضافہ تاکید کے لیے ہوتا ہے)

ا۔ خبر دلیچ کوں معلوم ہر ایک منزل کا

۲۔ اگر اپس کونچ خوب عقل آئی تو بہونچ خوب

۳۔ ع جہاں میں دیکھتی ہوں وہاں مجھے اس کاچ موں دستا

دوسری طرف بہت سے ایسے الفاظ بھی مل جاتے ہیں جن کی،ہ، غائب کر دی گئی ہے۔

ا۔ سد کھویا، بد کھویا

۲۔ اسے پڑ کر جنے حظ پایا

۳۔ موں پر نور چڑے گا

۴۔ بن رُت آئے بار“(47)

حمیرا جلیلی نے ”سب رس“ کے نسخوں کے املا کا تقابلی مطالعہ بھی کیا ہے۔ انھوں نے متن کے مختلف نسخوں کے سنہٗ کتابت کو ترتیب وار درج کیا ہے اور اس کے نیچے حروف تہجی کے اعتبار سے املائی تقابل کیا ہے اس تقابلی مطالعے سے املا کے ارتقا پر کوئی خاص روشنی نہیں پڑتی بقول حمیرہ جلیلی:

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ 1107ھ کا نسخہ 1073ھ کے نسخے سے بھی قدیم نسخے کی نقل ہے اور مابعد بارہویں صدی کے نسخوں کے کاتبین کے پیش نظر قریب تر دور کے نسخے ہیں جبکہ 1275ھ اور 1295ھ نسخوں کا مطالعہ اور زیادہ الجھنیں پیدا کرتا ہے"(48)

اردو نثر کے ارتقا میں ”سب رس“ کی اہمیت وافادیت کا اندازہ لگانے کے لیے حمیرہ جلیلی نے ”سب رس“، ”کلمتہ الحقائق“ اور ”کلمتہ الاسرار“ کی زبان، طرز بیان اور اسلوب کا تقابل خالص لسانی بنیادوں پر کیا ہے۔ اُن کے نقطہ نظر کے مطابق ”کلمتہ الحقائق“ کی زبان ناہموار، گنجلک اور فارسی

آمیز ہے جس وجہ سے فارسی سے نابلد قاری کو مافی الضمیر سمجھنے میں مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔۔ تاہم کہیں کہیں عبارت صاف بھی ہے۔"کلمتہ الاسرار" کی زبان صاف، سلیس اور برجستہ ہے۔ قاری آسانی سے بات کی تہ تک اتر سکتا ہے۔"سب رس" کی زبان موقع محل سے مناسبت رکھتی ہے۔ مذکورہ بالا دونوں کتب پر "سب رس" کو فوقیت حاصل ہے کیونکہ کہ اس کی زبان موزوں اور طرزِ بیاں کا حُسن لیے ہوئے ہے(49)

حمیرہ جلیلی نے اختلافِ نسخ کا باقاعدہ باب باندھا ہے۔ انھوں نے حوالے کے لیے نمبر شمار کا استعمال کیا ہے۔ اختلافِ نسخ میں ہر صفحے پر دیے گئے حوالہ نمبرز کو متعلقہ نسخے کی علامت کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ متن کے صفحہ نمبر ایک اور دو کے اختلافِ نسخ ذیل میں دیے جا رہے ہیں تا کہ حمیرہ جلیلی کے یہ اختلاف درج کرنے کے طریق سے قاری کو آگاہی دی جا سکے:

"(صفحہ۔1)

(1)م،و= بسم کے ایک لفظ میں

(2)ب،ج= یوں ہے کہ

(3)و= حد تک

(4)م= در خانہ اگر کس است یک حرف بس است (5)م،و= ایکھی اچھر پیم کا ھیرے سوپنڈت ہوے

(صفحہ۔2)

(1)ب،ج= قادر قدرت

(2)ج= کرلے

(3)ب،ج پورتے

(4)ہے ہور

(5)ب،ج= کہے اسے

(6)د= آپے کئی لاک

(7)الف= ع جہاں جو کچھ ہے

وہاں سب۔۔۔۔۔(کرم خوردہ)

ہر ایک شے منے جلوہ دیتا نور اس کا

متن میں نسخہ الف کے کرم خوردہ حصے کی تکمیل نسخہ، ب،، ج،، س،، م،، و، سے کی گئی ہے۔ نسخہ الف میں دوسرا مصرع ناموزوں ہے۔ چنانچہ متن میں نسخہ ت اور م کا مصرع ثانی شامل کیا گیا ہے نسخہ، ج،، س، اور، و، میں دوسرا مصرعہ نسخہ الف کی طرح ہے۔ نسخہ ت میں پہلا مصرعہ اس طرح ہے۔

جہاں جو کچھ ہے وہاں سب ظہور ہے اس کا

(8)و= خدا حاضر ناظر، خدا سکتا

تو یاد کر اس پیو کو اپس بسرے لک ندارد"(50)(9)ب="اس کا کھیل سے۔۔۔۔۔۔ع"

حمیرہ جلیلی کی مدوّنہ "سب رس" میں اختلاف نسخ کے بعد بارہ (12) صفحے کی فرہنگ دی گئی ہے۔ فرہنگ کا پہلا لفظ، ابرنا، بمعنی باقی، بچ رہنا اور آخری لفظ، یکیلے، بمعنی اکیلے ہے۔ فرہنگ کے بعد کتابیات کا اندراج کیا گیا ہے اور اس کے بعد چار (4) صفحات کا غلط نامہ دیا گیا ہے۔

مولوی عبدالحق کی مدوّنہ "سب رس" میں تدوینی لحاظ سے جو کمیاں رہ گئی تھیں، انھیں حمیرہ جلیلی نے دور کر دیا ہے۔ حمیرہ نے تدوین کے طریقہ کار اور اساسی نسخے کے انتخاب کے معیارات کو ہی مفصل بیان نہیں کیا بلکہ اُن تمام امور پر بھی تفصیلاً بحث کی ہے جو "سب رس" کے مطالعے کے دوران میں قارئین کے لیے دشواری کا سبب بن سکتے تھے۔ انھوں نے "سب رس" کی زبان و بیان اور اسلوب کو لسانی، صرفی اور نحوی حوالوں سے متعارف کرایا ہے۔ مصنف کے عہد میں اور جدید اردو قواعد میں اسما کی تذکیر و تانیث کیا ہے اور مصنف نے اسما کو کس طرح سے استعمال کیا ہے، اس پر بڑے تحقیقی انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ متن کے مختلف نسخوں کے املائی تقابل سے حمیرہ جلیلی نے "سب رس" کے مصنف کے اختیارات کو بھی اجاگر کیا ہے۔ حمیرہ جلیلی کی مدوّنہ "سب رس" تدوین کے جدید سائنٹفک اصولوں کے عین مطابق ہے اسے تدوین متن کی روایت میں قابل قدر اضافہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1۔ ہاشمی، نصیر الدین، دکن میں اردو، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، 2002ء، ص:85

2۔ رفیعہ سلطانہ، ڈاکٹر، اردو نثر کا آغاز اور ارتقا، حیدر آباد، مجلس تحقیقات اردو، س۔ن، ص:264

3۔ ہاشمی، نصیر الدین، دکن میں اردو، ص:165

4۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تاریخ، لاہور، عزیز بک ڈپو 2013ء، ص:126

5۔ انیس الحق، قاضی، سب رس جدید اردو میں، یوپی، شاندار پریس جامع مسجد، 1982ء، ص:25

6۔ حمیرہ جلیلی، ڈاکٹر، پیش لفظ، مشمولہ، سب رس کی تنقیدی تدوین (مرتب)، از ڈاکٹر حمیرہ جلیلی، حیدر آباد، اعجاز پریس، 1983ء، ص: ا۔ب

7۔ ایضاً، ص: ا

8۔ ایضاً، ص: ب

9۔ ایضاً، ص: ج

10۔ ڈاکٹر حمیرہ جلیلی نے نسخہ، س، کی خصوصیات بیان نہیں کی ہیں۔ انھوں نے محض یہ بتایا ہے کہ اس نسخے سے بھی متن کی ترتیب میں مدد لی ہے۔ کس نوعیت کی مدد لی ہے اس کے متعلق آگاہی نہیں دی۔ حمیرہ جلیلی، ڈاکٹر، پیش لفظ، مشمولہ، سب رس، ص: ج

11۔ حمیرہ جلیلی، ڈاکٹر، پیش لفظ، ص: ج

12۔ سن کتابت کرم خوردہ ہے اور نسخہ ناقص الآخر ہے۔ بقول ڈاکٹر حمیرہ جلیلی، "اس نسخہ کے آخری صفحہ پر تاریخ ناصر جنگ "آفتاب زحت" درج ہے جس سے ۱۱۶۴ھ برآمد ہوتا

ہے اس لیے اندازاً اس نسخہ کی کتابت ۱۱۶۴ھ سے قبل کی قرار دی جاسکتی ہے" حمیرہ جلیلی، ڈاکٹر، پیش لفظ، ص: ج

13۔ حمیرہ جلیلی، ڈاکٹر پیش لفظ، ص: چ

14۔ ""کیونکہ کاتب نے "سب رس" لکھتے لکھتے شاہ راجو کی ایک مثنوی نثری ترتیب میں لکھ دی ہے" حمیرہ جلیلی، ڈاکٹر، پیش لفظ، مشمولہ، سب رس، ص: ح

15۔ حمیرہ جلیلی، ڈاکٹر، پیش لفظ، ص: ح۔خ

16۔ ایضاً، ص: خ

17۔ ایضاً، ص: ت

18۔ ایضاً ، ص:خ

19۔ ڈاکٹر حفیظ قتیل

20۔ اکبر الدین صدیقی اور ڈاکٹر حمید شطاری

21۔ مولوی علیم الدین (تاجر کتب)، محترمہ شاکرہ بیگم (اسسٹنٹ لائبریرین عثمانیہ یونیورسٹی)، ڈاکٹر رحمت علی خاں (اسسٹنٹ ڈائریکٹر شعبہ مخطوطات سالارِ جنگ)، حافظ خورشید علی (سالار جنگ لائبریری)، محترمہ صفیہ ہاشمی (منتظمہ کتب خانہ خواتین دکن)، منتظمین کتب خانہ آصفیہ اور منتظمین کتب خانہ ادارۂ ادبیات اردو۔ جن دوستوں نے حمیرہ جمیلی کی حوصلہ افزائی کی اُن میں ڈاکٹر حسینی شاہد، استاذ محترمہ ڈاکٹر ثمینہ شوکت، استاذ محترمہ ڈاکٹر سیدہ جعفر، ڈاکٹر ابو الفضل محمود قادری، پروفیسر ہاشم علی (میسور)، ڈاکٹر جاوید وشِشٹ (دہلی)، ڈاکٹر انور السعید اور ڈاکٹر لئیق خدیجہ وغیرہ شامل ہیں۔

22۔ محترم ابوظفر، ابو وحد عم، محترم علی احمد جلیلی، محترم غلام دستگیر رشید، عزیز الدین

23۔ حمیرہ جلیلی، ڈاکٹر، تعارف: مشمولہ، سب رس کی تنقیدی تدوین، ص:13

24۔ ساتویں صدی ہجری کو ڈاکٹر حمیرہ جلیلی نے ملفوظات کے دور سے موسوم کیا ہے۔

25۔ حمیرہ جلیلی، ڈاکٹر: مقدمہ، مشمولہ، سب رس کی تنقیدی تدوین، ص:6

26۔ ”کربل کتھا“ از فضلی کو محمد حسین آزاد نے اپنی کتاب ”آب حیات“ میں اردو کا پہلا نثری کارنامہ قرار دیا ہے۔ محمد حسین آزاد کی تائید مولوی عبد الحی مصنف ”گل رعنا“ اور محمد یحیٰ تنہا مصنف ”سیر المصنفین“ نے بھی کی ہے۔

27۔ معراج العاشقین“ از خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کو مولوی عبد الحق نے اردو کی پہلی نثری تصنیف کہا ہے۔

28۔ عینین الدین گنج العلم کے رسائل کو "اردوئے قدیم" کے مصنف شمس اللہ قادری نے اردو نثر کا اولین کارنامہ قرار دیا ہے۔

29۔ رسالہ "تصوف" از حضرت جہانگیر سمنانی کو پروفیسر حامد حسین قادری نے اپنی کتاب ”داستانِ تاریخ اردو“ میں نثر کا پہلا کارنامہ قرار دیا ہے۔

30۔ حمیرہ جلیلی، ڈاکٹر، مقدمہ: مشمولہ، سب رس کی تنقیدی تدوین، ص:7

31۔ ایضاً، ص:7

32۔ ایضاً ، ص:8

33۔ مولوی عبد الحق، ڈاکٹر زور، نصیر الدین ہاشمی

34۔ حمیرہ جلیلی، ڈاکٹر، مقدمہ، مشمولہ، سب رس، ص:16

35۔ ایضاً، ص:18

36۔ ایضاً، ص:23۔۔24

37۔ گارساں دتاسی نے ایک مثنوی ”ماہِ سیما پری رخ“ بھی وجہی سے منسوب کی ہے، لیکن اب تک اس مثنوی کا کوئی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا۔ حمیرہ جلیلی، ڈاکٹر، مقدمہ، ص:44

38۔ حمیرہ جلیلی، ڈاکٹر: مقدمہ: مشمولہ: سب رس کی تنقیدی تدوین، ص:39

39۔ ایضاً، ص:41

40۔ ایضاً، ص:4۔5

41۔ ایضاً، ص:59

42۔ ایضاً، ص:66

43۔ ایضاً، ص:66۔۔67

44۔ حمیرہ نے ان کرداروں کے نام درج نہیں کیے۔ اگر کرداروں کے نام بھی درج کر دیے جاتے تو بات میں مزید وزن پیدا ہو جاتا

45۔ حمیرہ جلیلی،ڈاکٹر، مقدمہ، مشمولہ، سب رس کی تنقیدی تدوین، ص:75

46۔ ایضاً، ص:100

47۔ ایضاً، ص:116-117

48۔ ایضاً، ص:130

49۔ ایضاً ، ص:134

50۔ ایضاً، ص:337۔338

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Hashmi, Naseeruddin:Dakan Mein Urd: Nai Dehli, Qaumi Council Baraye Farogh Urdu Zaban: 2002, P:85
2. Rafia Sultana, Dr.: Urdu Nasr Ka Aaghaz Aur Irtiqa: Hyderabad, Majlis Tahqiqat Urdu:S.N, P:264
3. Hashmi, Naseeruddin :Dakan Mein Urdu,P:165
4. Anwar Saeed Dr.: Urdu Adab Ki Tareekh :Lahore, Aziz Book Depo: 2013, P:126
5. Anees-ul-Haq, Qazi:Sab Ras Jadeed Urdu Mein: UP ,Shandaar Press Jama Masjid :1982 ,P:25
6.Humeira Jalili, Dr.: Pesh Lafz : Mashmoola: Sab Ras Ki Tanqeedi Tadveen (Murattab): az Dr. Humeira Jalili :Hyderabad, Ejaz Press:1983, P A-B
7.Ibid,P:A
8.Ibid,P:B
9.Ibid,P:J
10. Dr. Humeira Jalili ne Nuskhah, S, ki Khasoosiyat Bayan nahi ki hain,Humeira Jalili, Dr. : Pesh Lafz : Mashmoola: Sab Ras,P:J
11. Humeira Jalili, Dr. :Pesh Lafz P:J
12. "San-e-Kitabat karam khurda hai aur nuskha naqis-ul-aakhir hai...", Humeira Jalili,Dr. : Pesh Lafz,P:J
13. Humeira Jalili,Dr.: Pesh Lafz, P:C
14. "Kyunke katib ne 'Sab Ras' likhte likhte Shah Raju ki aik masnavi nasri tarteeb mein likh di hai." ,Humeira Jalili,Dr.: Pesh Lafz: Mashmoola: "Sab Ras",P:H
15. Humeira Jalili, Dr. Pesh Lafz, P:Kh
16.Ibid,P:Kh
17.Ibid, P:T
18.Ibid,P:Kh
19. Dr. Hafeez Qateel.
20. Akbaruddin Siddiqui aur Dr. Hameed Sattari.
21. Molvi Aleemuddin (Tajir-e-Kutub), Mohtarma Shakera Begum (Assistant Librarian Usmania University), Dr. Rehmat Ali Khan (Assistant Director Shoba-e-Makhtootat Salar Jung), Hafiz Khursheed Ali (Salar Jung Library), Mohtarma Safia Hashmi (Munazzima Kutub Khana Khawateen Deccan), Munazzimeen Kutub Khana Asifiya aur Munazzimeen Kutub Khana Idara Adabiyat-e-Urdu. Jin doston ne Humaira Jamili ki hosla afzai ki un mein Dr. Husseini Shahid, Ustaz Mohtarma Dr. Samina Shaukat, Ustaz Mohtarma Dr. Syeda Jafar, Dr. Abu al-Fazl Mahmood Qadri, Professor Hashim Ali (Mysore), Dr. Javed Vashisht (Delhi), Dr. Anwar us-Saeed aur Dr. Laiq Khadija waghera shamil hain.
22. Muhtaram Abu Zafar, Abu Wahid Am, Muhtaram Ali Ahmad Jalili, Muhtaram Ghulam Dastagir Rasheed, Azizuddin
23. Humeira Jalili, Dr. ,Taaruf, Mashmoola, Sab Ras Ki Tanqeedi Tadveen,P:13
24. "Saatoon Sadi Hijri ko Dr. Humeira Jalili ne Malfoozat ke dour se mausoom kiya hai."
25.Humeira Jalili,Dr.,Muqaddama,Mashmoola,Sab Ras Ki Tanqeedi Tadveen,P:6

26. "Karbal Katha" az Fazli ko Muhammad Husain Azad ne apni kitab "Aab-e-Hayat" mein Urdu ka pehla nasri karnama qarar diya hai. Muhammad Husain Azad ki taaied Molvi Abdul Hai musannif "Gul-e-Rana" aur Muhammad Yahya Tanha musannif "Sair-ul-Musannifeen" ne bhi ki hai.
27. "Me'raj-ul-Aashiqeen" az Khwaja Banda Nawaz Gesu Daraz ko Maulvi Abdul Haq ne Urdu ki pehli nasri tasneef kaha hai."
28. "Ainuddin Ganj-ul-Ilm ke Rasail ko 'Urdu-e-Qadeem' ke musannif Shamsullah Qadri ne Urdu nasr ke awaleen kaarnama qarar diya hai."
29. "Risala 'Tasawwuf' az Hazrat Jahangir Simnani ko Professor Hamid Hussain Qadri ne apni kitab "Dastan-e-Tareekh Urdu" mein nasr ka pehla kaarnama qarar diya hai."
30. Humeira Jalili, Dr.,Muqaddama,Mashmoola,Sab Ras Ki Tanqeedi Tadveen,P:7
31.Ibid,P:7
32. Ibid,P:8
33. Maulvi Abdul Haq, Dr. Zor, Naseeruddin Hashmi.
34. Dr. Humeira Jalili, "Muqaddama," P:16
35. Ibid,P:18
36. Ibid,P:23-24
37. "Garcin de Tassy ne aik masnavi 'Mah-e-Seema Pari Rukh' bhi Wajhi se mansoob ki hai lekin ab tak is masnavi ka koi nuskha dastiyab na ho saka.", Humeira Jalili,Dr., Muqaddama,P:44
38.Humeira Jalili,Dr.,Muqaddama,Mashmoola,Sab Ras Ki Tanqeedi Tadveen,P:39
39. Ibid,P:40-41
40. Ibid,P:44-45
41. Ibid, P:59
42. Ibid,P:66
43. Ibid, P:66-67
44. Humaira ne in kirdaron ke naam darj nahi kiye. Agar kirdaron ke naam bhi darj kar diye jate to baat mein mazeed wazan paida ho jata.
45.Humeira Jalili,Dr. ,Muqaddama, P:75
46. Ibid,P:100
47. Humeira Jalili,Dr. ,Muqaddama, P:116-117
48. Ibid,P:130
49. Ibid,P:134
50. Ibid,P:337-338